ہجرت اور ہجری تقویم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامدا و مصلیا و مسلما

سنی اسلام رسول اللہ کے صحابہ کرام کے سمجھائے ہوئے بنیادی اصولوں کی قدر کرنے اور ان کو اپنانے پر مبنی ہے۔ اگر ہم اسلامی احکامات کی تشکیل میں صحابہ کرام کے کردار کو نظرانداز کر دیں تو ہم وحی کے کسی بھی معقول فہم سے محروم رہ جائیں گے۔

اس ضمن میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی صحابہ کرام کے عمیق علم اور دین کو قائم کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے سونپے ہوئے کردار کے بارے میں دی ہوئی شہادت اسلام کے عقیدے اور عمل کے لئے ایک کلیہ کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ: "*جو بھی دین کی کوئی روایت قائم کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ ایسا کرنے میں وہ ان کی پیروی کرے جو گذر چکے ہیں۔ اسلیئے کہ جو زندہ ہیں وہ فتنے سے محفوظ نہیں۔ جو گذر گئے ہیں وہ رسول اللہ کے صحابی تھے۔ وہ امت کے افضل ترین لوگ تھے۔ سب سے نیکدل تھے۔ علم میں سب سے زیادہ گہرے تھے اور سب سے کم تکلف والے تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کی مصاحبت اور اپنا دین قائم کرنے کے لیئے چنا تھا۔ اس لیئے ان کی فضیلت کو مانو اور ان کے نقش قدم پر چلو کہ بیشک وہ ہدایت کی سیدھی راہ پر تھے*"۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے نہ صرف ہم پر اپنے اسلاف کے منہج پر چلنے کی اہمیت واضح کی ہے بلکہ ان کی اسلام کے لیئے خدمات اور کارناموں کو تسلیم کرنے پر بھی زور دیا ہے۔ یقینا جب ہم اسلامی ہجری تقویم کے قیام کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمیں لا محالہ پوچھنا پڑتا ہے کہ اس کا قیام مسلم تاریخ کے کس لمحے میں ہؤا؟ مسلمانوں نے اپنے درخشاں آغاز کا سال رسول اللہ یا حضرت ابو بکر کی زندگی کے دور میں کیوں نہیں رکھا؟ ہم سب جانتے ہیں کہ ہجری تقویم کی اساس حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں تمام صحابہ کی متفقہ رائے سے رکھی تھی۔ اس وقت سے مسلمانوں نے اپنی تاریخ کا تعین اسی سال سے کیا ہے جس میں رسول اللہ اور حضرت ابو بکر نے ہجرت فرمائی تھی۔ مسلمانوں نے کبھی یہ سوال نہیں اٹھایا کہ نہ رسول اللہ اور نہ ہی ان کے یارغار نے مسلم امت کے لیئے ایسی تقویم قائم کرنے کو کہا تھا۔ بلکہ ہجری تقویم کو اپنانے اور اس کی قدر کرنے سے مسلمانوں نے اسلام کے جیسا کہ ہم اسے آج جانتے ہیں ایک بنیادی اصول

یعنی ہجری تقویم کے استوار کرنے میں صحابہ کرام کے کردار کی تصدیق کر دی ہے۔ لہذا سنی اسلام قرآن مجید اور رسول اللہ کے فرمان کے علاوہ صحابہ کرام کے بحیثیت ایک جمیعت عمل پر بھی مبنی ہے۔

مسلمانوں کی تقویم کے آغاز کے لیئے نہ تو صحابہ کرام نے رسول اللہ کی ولادت با سعادت کا دن اختیار کیا اور نہ ہی ان کی وفات کا۔ اسی طرح انہوں نے قرآن مجید کی پہلی وحی کا دن بھی نہیں چنا بلکہ حضرت عمر نے یہ دیکھا کہ قرآن مجید سورۃ توبہ میں وقت کا ذکر کرنے کے فورا بعد ہی ہجرت کے واقعے کا ذکر کرتا ہے ۔ حضرت عمر اپنی فراست سے جان گئے کہ وقت کے نظریئے میں اور ہجرت کے واقعے میں کوئی خدائی تعلق ہے۔ انہوں نے باضابطہ حکم ارشاد فرما دیا کہ مسلمانوں کی تقویم کا آغاز ہجرت کے سال سے ہو جس پر انہیں اپنے مصاحبوں سے ماہرانہ داد ملی۔

اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت کے سال سے کرنے سے حضرت عمر نے رسول اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرکی یکسوئی اور قربانیوں کو بھی خراج تحسین ادا کیا۔ اللہ تعالی نے پہلے ہی سورۃ توبہ کی چالیسویں آیت میں حضرت ابو بکر کی اسلام کے لیئے خدمات کا ذکر فرما دیا تھا اوراسے اپنی آخری وحی کا حصہ بنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے سب کے پڑھنے کے لیئے نازل فرما دیا تھا ۔ حضرت عمر نے اللہ تعالی کے اس فعل کو اپنے لیئے بھی قابل تقلید سمجھا اور اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت کے سال سے کیا۔ ایسا کرنے سے حضرت عمر مسلمانوں کے لیئے رسول اللہ کے واحد یار غار ثور کے کارناموں کو سراہنے کی قابل تقلید نظیر چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ سرکاری خراج تحسین صرف حضرت عمر ہی کے دور میں ممکن تھا۔ اس کے لیئے حضرت ابو بکر کو اس جہان سے رخصت ہونا تھا تاکہ کوئی بھی ان پر خودستائی کا الزام نہ لگا سکے۔ ویسے بھی اس زمانے کے مسلمان اپنے معاصرین کو اعلی کارکردگی کے ایوارڈ دینے کے عادی نہ تھے۔

حضرت عمر کی نظر میں حضرت ابن مسعود اسلام کے عظیم ترین علما میں سے تھے۔ ہجری تقویم کے تعین کی کہانی سے ان کے دین کے تفقہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا قول میں انہوں نے فرمایا تھا: *"جو بھی دین کی کوئی روایت قائم کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ ایسا کرنے میں وہ ان کی پیروی کرے جو گذر چکے ہیں۔ اسلیئے کہ جو زندہ ہیں وہ فتنے سے محفوظ نہیں۔۔۔"*۔ حضرت عمر نے نہ صرف رسول اللہ بلکہ حضرت ابوبکر کے عمل کو بھی دیکھ کر دین کی روایت قائم کی۔ وہ دونوں حضرت عمر کے سلف تھے۔

مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے اسلاف کی عزت و قدر کی ہے۔ مسلمانوں نے کبھی کسی ایسے نظریئے کی حمایت نہیں کی جس کی اساس گذرے ہوئے لوگوں کی سر عام کردارکشی پر ہو۔ اسی لیئے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ "مرنے والوں کی اچھی باتوں کا ذکر کیا کرو اور ان کے برے خصائل کے ذکر سے اجتناب کرو۔" قرآن مجید ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ اہل جہنم ایک دوسرے پر لعنت بھیجا کریں گے: "جب *بھی ایک امت اس (یعنی جہنم) میں داخل ہوتی ہے تو وہ اپنی بہنوں (یعنی جہنم میں ساتھ رہنے والی امتوں) پر لعنت بھیجتی ہے"* (سورۃ اعراف، آیۃ 38)۔ کوئی بھی اسلامی نظریہ ہمیں اہل جہنم کی روایات اپنانے کی ترغیب دینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

حضرت ابن مسعود نے اپنے سے پہلے گذرنے والوں کے اچھے اوصاف عمدگی اور فراغدلی کے ساتھ بیان فرمائے۔ حضرت عمر نے ہجرت کے سال کو مسلمانوں کی تقویم کا آغاز بنا کراپنے سے پہلے گذرنے والے دونوں نمونہ ہائے عمل کے لیئے اپنی ستایش و عقیدت کا اظہار فرمایا۔ ان کے بعد سے مسلمان صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے محرم الحرام کے مہینے میں نیا سال مناتے چلے آئے ہیں۔ مسلمانوں نے حضرت عمر کے اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت کے سال سے کرنے کے سرکاری حکم پر کبھی شک کرنے کی وجہ محسوس نہیں کی۔ ہجری نیا سال منانے سے مسلمان صحابہ کرام کے بنائے ہوئے ایک بنیادی اصول کی قدر کرتے ہیں اور اسے عملی طور پر اپناتے ہیں۔

وقت کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرنا اور اسے ترویج دینا بذات خود ایک ابدی کارنامہ ہے۔ فلسفی سائنسدان اور متکلمین صدیوں سے اس کام میں جتے ہوئے ہیں۔ جب مسلمانوں کا اپنا نظریۂ وقت پیش کرنے کی باری آئی تو حضرت عمر نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جو کوئی وحی کا ماننے اور پڑھنے والا رد نہیں کر سکتا۔ قرآن کی سورۃ توبہ کی آیت 36 میں ارشاد ہے: *"بیشک اللہ کے نزدیک مہینوں کا عدد بارہ ہے اللہ کی کتاب میں اس دن سے جب اس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ ان میں سے چار مقدس ہیں۔۔۔"* اس آیت سے ہمیں ہمارا یہ نظریہ عطا ہوتا ہے کہ وقت کائنات کے امور کی تنظیم کے لیئے تخلیق ہوا ہے۔ اس آیت سے ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ چار مہینے مقدس ہیں۔ ان میں سے محرم الحرام سب سے پہلا ہے۔

اس آیت کے بعد قرآن مجید رسول اللہ اور حضرت ابوبکر کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ کی حضرت ابوبکر کو تسلی دینے کی طرف توجہ دلاتا ہے جب انہوں نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تھا: *" غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔۔۔"*۔

حضرت عمر نے اس واقعے کو اس سال کی طرف ایک اشارہ جانا جس سے خدا چاہتا تھا کہ مسلمان اپنی تقویم کا آغاز کریں کیونکہ اس کا ذکر وقت کے ذکر کے فورا بعد ہے۔

حضرت عمر کے نزدیک ہجرت کا واقعہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک لازوال کارنامہ بننے کے لیئے مقدور تھا۔ ان کے لیئے انسانی اعمال کا مقیاس مخلوق وقت کی جدول کے بجائے خداوند لا یزال کا ان اعمال کی قدر کرنا تھا۔ اگر خدا کسی عمل کو سراہتا ہے تو مسلمانوں کو بھی اسے سراہنا اور اپنانا چاہیئے۔ یہ اعمال شعائر اللہ یعنی اللہ کی علامتیں بن جاتے ہیں۔ بی بی ہاجرہ کی صفا اور مروۃ کے درمیان سعی بھی اسی نور فراست سے سمجھ میں آتی ہے۔ حضرت عمر کا وحی کا فہم بھی تقریبا اتنا ہی لا زوال ہے جتنا کہ خود ہجرت کا واقعہ۔

یہ تھی حضرت عمر کی فراست اور یہ تھی صحابہ کرام کی ایک دوسرے کے علم کی قدر۔ اور یہی آج کے مسلمانوں کی عقلی رخشندگی اور عمل کا مزاج ہونا چاہیئے جسے انہیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔

نوٹ: یہ مقالہ اس بیان کی تلخیص ہے جو شیخ محمد امین مد ظلہ نے ایم ایس آئی میں بتاریخ یکم محرم الحرام سن 1431 کو ارشاد فرمایا تھا۔